۲۷

نبی کی موجودگی میں کونسا عذاب آ سکتا ہے اور کونسا نہیں؟

(فرمودہ ۶/اکتوبر ۱۹۳۹ء بمقام ناصر آباد)

تشہّد ،تعوّذ ،سورۃ فاتحہ اور آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝۳۴ [1] کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مَیں نے ''الفضل'' میں اس آیت کے متعلق ایک مضمون دیکھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس مضمون کو پڑھوں لیکن مصروفیت کی وجہ سے پڑھ نہ سکا مگر مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس آیت کے متعلق کچھ بیان کر دوں۔

عام طور پر اس آیت کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب تک کوئی نبی کسی جگہ موجود ہو اس وقت تک کوئی عذاب اس جگہ نہیں آ سکتا لیکن قرآن شریف کے بہت سے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود انبیاء کے وقت میں ان کی موجودگی میں عذاب آتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ان کی قوم پر کئی بار عذاب آیا۔ ایک بار ان کی قوم نے ایک دوسری قوم کے ساتھ لڑائی کرنے سے احتراز کیا تھا اس پر وہ لوگ چالیس سال تک بھٹکتے پھرتے رہے۔[2] ایسا ہی جب انہوں نے ترکاریاں وغیرہ مانگی تھیں ان پر ذلّت کا عذاب ڈالا گیا تھا۔[3] پھر جب ان کو ایک دروازہ میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تھا اور انہوں نے ہدایت کی خلاف ورزی کی تھی اُس وقت بھی ان پر عذاب نازل ہؤا تھا۔[4] پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی عذاب نازل ہؤا تھا۔

اسی طرح ہمارے زمانہ کے رسول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں اور آپ کی موجودگی میں عذاب نازل ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان میں جب طاعون کا عذاب آیا تو آپ کے اپنے قصبہ میں بھی یہ عذاب نمودار ہوا۔ پھر آپ کے زمانہ میں زلزلے آئے اور وہ زلزلہ بھی آیا جو کہ قادیان میں بھی محسوس کیا گیا۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست نہیں کہ جہاں اور جس وقت نبی موجود ہو وہاں کوئی عذاب نہیں آتا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ عذابوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض وہ عذاب ہیں جو کہ نبی کے زمانہ میں ان کی قوم پر آتے ہیں اور اس وقت آتے ہیں جبکہ نبی ان میں موجود ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں طاعون کا عذاب آیا اور قادیان میں بھی زور کے ساتھ طاعون پڑی۔ نیز زلزلہ بھی آپ کے زمانہ میں اور قادیان میں بھی آیا۔ اس میں اس قدر شدت تھی کہ اس وقت مَیں نے دروازہ کی کنڈی کھولنے کی کوشش کی مگر جب مَیں ہاتھ ڈالتا تو زلزلے کے جھٹکے سے کنڈی میرے ہاتھ سے دُور چلی جاتی اور مَیں بڑی مُشکل سے کنڈی کھول سکا۔ اس قسم کے عذاب اس وقت آیا کرتے ہیں جبکہ نبی موجود ہوتا ہے بلکہ رسول کی آمد کے ساتھ ہی ایسے عذاب آنے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ نبی کی صداقت کے نشان بنتے ہیں۔ اس قسم کے عذابوں سے یہ نہیں ہوا کرتا کہ کوئی ایک بستی یا ایک مُلک سارے کا سارا تباہ ہو جائے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسے عذاب میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض بچا لئے جاتے ہیں اور اس طرح اس رسول کی صداقت کا نشان ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب طاعون قادیان میں آئی اور شدت کے ساتھ آئی اور اس محلّہ میں آئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکونتی مکان تھا اور آپ کے مکان کے اردگرد کے مکانوں میں بہت سی اموات ہوئیں تو آپ کے مکان میں ایک چوہا بھی نہ مَرا۔ حالانکہ حفظانِ صحت کی رو سے بوجہ اس کے کہ بہت سے لوگ آپ کے گھر میں اپنی حفاظت کے خیال سے جمع ہو گئے تھے وہاں مَرض کا آجانا زیادہ قرینِ قیاس تھا مگر خدا تعالیٰ نے آپ کے گھر کو بالکل محفوظ رکھا اور اس طرح آپ کی صداقت کا نشان ظاہر کیا۔

الغرض اس قسم کے عذاب رسُول کے وقت میں بھی آتے ہیں اور اس کے گردو پیش میں

آتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتا ہے اور نبی کی صداقت کو نمایاں فرما دیتا ہے۔

دوسری قسم عذابوں کی وہ ہے جو کسی مقام کے تمام کے تمام لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ ایسے عذاب اس مقام پر اس وقت تک نہیں آیا کرتے جب تک کہ نبی اور رسول اس مقام پر موجود ہو جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی بستی کو تہ و بالا کر دیا گیا اور کوئی فرد بشر زندہ نہ رہا۔ مگر یہ عذاب اُس وقت تک نہ آیا جب تک حضرت لوط علیہ السلام اس بستی میں موجود رہے۔[5] اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں چونکہ ان کی تمام کی تمام بستی کو ہلاک کرنا تھا اس لئے طوفان کا عذاب اُس وقت تک نہ آیا جب تک اللہ تعالیٰ نے کشتی کے ذریعہ ان کی حفاظت کا انتظام نہ فرما دیا۔[6]

اب مَیں اس آیت کا اصل مفہوم بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ** کہ اللہ عذاب نہیں کرنے والا تھا ان پر درآنحالیکہ تُو ان میں تھا **وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ** اور نہیں ہے اللہ عذاب کرنے والا ان پر درآنحالیکہ وہ استغفار کرنے والے ہوں۔ اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اہلِ مکّہ پر ایک خاص قسم کا عذاب جس کا ذکر توریت وغیرہ میں بطور پیشگوئی آیا ہوا تھا نہیں آ سکتا تھا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں موجود تھے۔ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قوم کے لوگ اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ اُس وقت آپ ان پر چڑھائی بھی کریں گے اور ایک سال کے بعد ان پر عذاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔[7] چنانچہ بدر کی لڑائی ایک سال بعد ہوئی اور کچھ سال بعد مکّہ فتح ہوا جبکہ آپ حسب پیشگوئی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکّہ میں داخل ہوئے۔ یہ عذاب اُس وقت تک نہیں آ سکتا تھا جب تک آپ اپنے شہر سے نکالے جا کر کسی دوسرے شہر میں (جہاں کہ حسب پیشگوئی آپ کا استقبال کیا جانا تھا) نہ چلے جاتے۔ یہ عذاب اہلِ مکّہ نے اپنے ہاتھوں اپنے اوپر نازل کیا۔ اگر یہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے شہر سے نہ نکالتے تو اس کا بہت کم امکان تھا کہ آپ کی چھوٹی سی جماعت مشرکین مکّہ پر غالب آ سکتی مگر جب اُنہوں نے آپ کو مکّہ سے نکال دیا اور اہل مدینہ نے آپ کو پناہ دی اور آپ کے مددگار ہوئے تب آپ کو یہ قوت حاصل ہوئی کہ مکّہ میں آپ

فاتحانہ صورت میں داخل ہوئے اور اہلِ مکّہ کو ذلت نصیب ہوئی۔ یہ وہ خاص عذاب تھا جس کا ذکر تورات وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

ان معنوں کی تصدیق قرآن کے اس مقام کے سیاق وسباق سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آتا ہے وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۳۱﴾ [8] یعنی جب کافر یہ تدبیر کر رہے تھے کہ بند کر دیں تجھ کو یا قتل کر دیں تجھے یا نکال دیں تجھے اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ انہوں نے تو اپنی حکومت کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ فکر کیا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکّہ سے نکال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس خاص عذاب کی اس طرح تدبیر کی جس کا ذکر توریت کی پیشگوئی میں پایا جاتا ہے یعنی ان مشرکین کی حکومت تباہ کر دی گئی اور ان کو ذلّت کا عذاب چکھایا گیا۔ اس آیت میں اسی عذاب کا ذکر ہے اور یہ عذاب اس وقت تک اہلِ مکّہ پر نہیں آ سکتا تھا جب تک آپ وہاں سے نکالے نہ جاتے اور حسب پیشگوئی مدینہ میں پناہ گزیں ہو کر قوت حاصل نہ کرتے۔

دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے جو لفظ فِیْ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کسی کی موجودگی علاوہ جسمانی طریق کے روحانی طور پر بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ [9] جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں بچھڑا پلایا گیا۔ بچھڑا تو سونے کا تھا وہ کس طرح پلایا جا سکتا تھا اور اگر پلایا بھی جا سکتا تو وہ تو معدے میں جاتا، دل میں کس طرح پہنچ سکتا تھا۔ مفسرین نے اُشْرِبُوْا پر لغوی طور پر غور کرنے کے بعد یہ مطلب نکالا ہے کہ بچھڑے کی محبت دل میں قائم کی گئی۔ یہاں بھی اَنْتَ فِیْهِمْ کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ جب تک اے رسول تو ان کے دلوں میں محبوب رہے گا ان پر عذاب نہیں آئے گا۔

پس ایسے لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہوئے پوری اطاعت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے اور وہ لوگ بھی جو کہ محبت اور عمل کے لحاظ سے تو کامل نہ ہوں گے مگر ان کے دل میں محبت ہو گی اور عمل کے لئے کوشاں رہتے ہوں گے اور جب کبھی ان سے کوئی نافرمانی سرزد ہو یا اتباع کامل نہ ہو سکے

تو ایسی حالت میں استغفار کرنے والے ہوں گے۔ وہ بھی عذاب سے بچائے جائیں گے۔''

(الفضل ۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۹ء)

۱؎ الانفال: ۳۴

۲؎ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ (المائدہ: ۲۷)

۳؎ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۲﴾ (البقرہ: ۶۲)

۴؎ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۹﴾ (البقرہ: ۵۹)

۵؎ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۶﴾ ...... فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ (الحجر: ۶۶، ۷۴)

۶؎ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۲﴾ ۖ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۳﴾ ۚ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۴﴾ ۙ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۵﴾ (القمر: ۱۲ تا ۱۵)

۷؎ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ تا ۱۷

۸؎ الانفال: ۳۱

۹؎ البقرہ: ۹۴